حضرت علی المرتضی علیہ السلام کے علمی کمالات و

ذکر ولادت در کعبہ

مؤلف

علامہ آفتاب حسین جوادی

نام کتاب: حضرت علی المرتضیٰ کے علمی کمالات وذکر ولادت در کعبہ
مولف: علامہ آفتاب حسین جوادی
تعداد: 2000
سن اشاعت: مارچ ۲۰۱۸ء جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
ناشر: العتبة الحسينه المقدسة

ابتدائیہ

پوری تاریخ انسانیت میں حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی ایسی شخصیت آپ کو نظر نہ آئے گی جس کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کو دوستوں نے خوف اور خطرہ جان کی وجہ سے چھپایا ہو اور دشمنوں نے معاندانہ رویہ اختیار کر کے ان پر پردہ ڈالنے کی سعی لا حاصل کی ہو اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ حکومتوں نے اپنے تمام تر وسائل و ذرائع بروئے کار لاتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ہر سطح پر مختلف قسم کے پروپیگنڈے کر کے عوام کو ان سے متنفر کرنے کی کوششیں کیں اور مختلف منابر سے ناقابل برداشت زبان استعمال کرنے کی جسارت کی گئی اور یہ عمل ایک دو دن نہیں بلکہ سالہا سال تک جاری رہا۔ اور اس کے مذموم اثرات پھیلتے پھیلتے اکثر لوگوں کے اندر نفوذ کر گئے اور ظاہری طور پر محب اہل بیتؑ ہونے کے دعویدار بھی تھے چنانچہ علامہ استاد شیخ یوسف النبھانی اپنی ایک کتاب ''الشرف المؤبد لآل محمد'' کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن هذاالقبيلماوقعفيعصرنافيالقسطنطينيةسنةسبعوتسعينومائتينوال فهجريةمنقومجهالغرقوامناحوالالبغضاءلالمحمد في اوحال فاخذوا يئلولون بج هلهمماوردمنالآيات والاخبار في فضل اهلبيتالنبوةومعدنالرسالةومهبطالوحيومنبعالحكمةويخرجونه اعنظواهرهابافهامهمالسقيمةوآرائهمالذميمةومعذالكفقدزعمو اانهم لا هلالبيتمناهلالمحبةوالودادولميعلموا انهمهايئون من الخذلان في كل واد.

اور ایسی ہی صورت حال قسطنطنیہ میں بمطابق 1297 ہجری جہلا کی ایک جماعت سے واقع ہوئی۔ وہ لوگ اہل بیت رسولؐ کی دشمنی کے کیچڑ میں لت پت

ہیں، اپنی جہالت کی بناء پر معدن رسالت، مہبط وحی اور منبع حکمت آل رسولؐ کے فضائل میں وارد قرآنی آیات اور احادیث کی تاویل کرتے ہیں اور اپنی بیمار سمجھ اور مذموم رائے سے خلاف ظاہر پر محمول کرتے ہیں ۔اس کے باوجود ان کا گمان ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام کے محب اور عقیدت مند ہیں انہیں معلوم نہیں کہ وہ رسوائی کی ہر وادی میں سر گرداں ہیں۔[1]

علاوہ ازیں تقی الدین احمد بن علی المقریزی کو بھی اپنی کتاب ''معرفةمایجبلآل البیت النبوی من الحق علیٰ من عدا همصفحه١٧ طبع دار الاعتصام مک همکرمه'' میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

فانی لما را یت اکثر الناس فی حق آل البیت مقصرین و عمالهممنالحق معرضین ولمقدار هممضیعینو بمکانتهممناللهتعالیٰجاهلین۔

جب میں نے اکثر لوگوں کو اہل بیتؑ کے حق میں قصور کرتے ہوئے اور ان کی قدر و منزلت کو ضائع کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا جو مرتبہ ہے اس سے بے خبر پایا۔

خاندان رسولؐ کے خلاف اس معاندانہ پروپیگنڈے کا اثر عام لوگوں پر اتنا پڑا کہ جو بھی اہل بیت رسولؐ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرنے لگتا تو فوراً اس پر رافضی ہونے کا بے بنیاد الزام تھونپ دیا جاتا تھا تاکہ لوگ اس کی بات سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اس امر کا اعتراف امام شافعی جیسے بزرگ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

اذا فی مجلس نذکر علیا وسنبطی هوفاطمة الزکیة
یقال تجاوز وا یا قوم هذا ف هذامنحدیثالرافضیة

1۔الشرف المؤبد صفحہ ۳ مطبع میمنیہ مصر

برئت الی الم هیمنمناناس   یرونالرفضحبالفاطمی   ۃ

''جب ہم کسی بزم میں حضرت علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور جناب فاطمہؑ طاہرہ کا ذکر کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ''لوگو'' یہ ذکر نہ سنو، کیونکہ یہ تو رافضیوں کی باتیں ہیں، میں پروردگار قادر و توانا کی بارگاہ میں ان لوگوں سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کی اولاد کی محبت کو رافضی پن سمجھتے ہیں''[1]

لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود بھی حضرت علیؑ کی شخصیت اتنی پائیدار اور اتنی بلند تر ثابت ہوئی ہے کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث اور محدثین کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے فضائل میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ شاید اس کثرت سے کسی اور صحابی رسولؐ یا عہد رسالت کی کسی شخصیت کے بارے میں وارد نہیں ہوئیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کی کسی شخصیت کو تقدیر الٰہی میں اور مخصوص حالات واسباب کی بنا پر، نیز ان غیر معمولی کمالات و امتیازات کی موجودگی میں جن میں سے بعض میں وہ منفرد اور اکثر میں صاحب امتیاز تھے پھر خلافت کے سلسلہ میں ان کو جن نازک مراحل سے گزرنا تھا ان سب اسباب نے زبان نبوت کو ان کے فضل اور امتیاز کے اظہار اور ان کی طرف سے دفاع اور حمایت یں جاری اور مشغول کر دیا ان احادیث فضائل کا ایک معتدبہ حصہ کتب صحاح ستہ میں آگیا ہے اور بعض کے بارے میں محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں ان میں امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ ہجری جو صحاح ستہ میں سے ایک کتاب سنن نسائی کے مصنف ہیں، کہ کتاب ''الخصائص امیر المومنین علی'' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

اس کی تصنیف کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے دمشق کے قیام میں دیکھا

1۔ نور الابصار للشبلنجی صفحہ 104 مطبوعہ قاہرہ

کہ لوگ کثرت سے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل سے ناآشنااوران کی دشمنی میں مبتلاہیں اورزبان طعن واعتراض دراز کرتے ہیں اس سے ان کواس کتاب کی تصنیف کی تحریک پیدا ہوئی اور پھراسی کتاب کی بنیادپر شام کے نواصب نے آپ کو بے دردی سے شہید کردیا۔

ویسے تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل ومناقب اور علمی کمالات اتنے ہیں کہ جن کا احصاء کرناانسان کے لیے ناممکنات میں سے ہے البتہ ہم بطور قطرہ از سمندر صرف ان چند گوشوں کو قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ جو سوائے ختمی مرتبتؐ کے دیگر تمام افراد پر آپ کے افضل واعلیٰ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں حق کو پہچاننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے اور بروز حشر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

والسلام مع الاکرام

آفتاب حسین جوادی

ولادت در کعبہ سے

افضیلت علی المرتضیٰ علیہ السلام

یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ خانہ کعبہ کی افضیلت بیت المقدس سے زیادہ ہے ناسخ قبلہ کو منسوخ قبلہ پر ترجیح دینا ''فَوَلِّوَجْهَكَشَطْرَ ٱلْمَسْجِدِٱلْحَرَامِوَحَيْثُمَاكُنتُمْفَوَلُّواوُجُوهَكُمْشَطْرَهُ''[1] سے ثابت ہے خانہ کعبہ کے فضائل کی احادیث سے کتب اسلام چھلک رہی ہیں اس کی ذراسی بے حرمتی سے ابرہہ اپنی افواج سمیت برباد ہو گیا، عورت، مرد کی بد دیانتی نے اساف ونائلہ کو پتھر بنا کر چھوڑا۔ کعبہ کے اوپر سے گزرنے والے پرندوں کی صفیں پھٹ کر اس کے مقام کے تقدس کے گواہ بنتے ہیں حدود کعبہ یعنی اس کے حرم میں شکار کرنا حرام ہے یہاں کسی پرندے یا حیوان یا انسان کو اذیت نہیں دی جا سکتی کیونکہ خانہ کعبہ جائے امن ہے جو ''من دخلہ کان آمنا'' کا مصداق ہے کعبہ کی نقل مسجد اتنا ذی عزت مقام ہے کہ جنابت کی حالت میں شبیہ کعبہ یعنی مسجد سے گزرنا حرام ہے۔ ان قرائن وشواہد سے خانہ کعبہ کا افضل ہونا عیاں ہے اور بیت المقدس مفضول ہے ان تمام حقائق کو مد نظر رکھ کر فرمائیں کہ جو بچہ اس مقدس مقام پر پیدا ہوا اس کا مرتبہ ومقام کیا ہو گا؟ محققین اسلام نے بہانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ یہ شرف حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام ہی کے لیے ذات احدیت نے مخصوص فرمایا کہ جوف کعبہ کو آپ کا مولد قرار دیا ہے۔

کیا کہنا آئمہ کے امام کی شان کا جن کی ولادت باسعادت قبلۂ مومنین میں ہوئی اور پاک ہے وہ جو

1۔ سورہ بقرہ آیت ۱۴۴

اشیاء کو ان کے محل پر رکھتا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

تیسری صدی ہجری کے مشہور مؤرخ ابو اسحاق عبداللہ الفاکھی متوفی ۲۷۵ھ نے لکھا ہے۔۔ واول من ولد فی الکع بةمنبنی هاشممنالمهاجرینعلیبنابیطالب

خاندان بنو ہاشم اور مہاجرین میں سب سے پہلے خانہ کعبہ میں پیدا ہونے والے علی بن ابی طالب ہیں۔[1]

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت علی علیہ السلام کا کعبہ میں پیدا ہونا آپ کی فضیلت میں شمار کیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:

واز مناقب وی رضی الله عنه که درحین ولادت اوظاهر شد یکی آن است که در جوف کعبه معظمه تولد یافت

ولادت باسعادت کے وقت آپ کے فضائل میں سے جو ایک فضیلت و بزرگی ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے بعدازاں شاہ صاحب امام حاکم نیشاپوری کی شہرہ آفاق کتاب ''المستدرک فی الصحیحین'' کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

قد تواترت الاخبار ان فاطمةبنتاسدولدتامیرلمومنینعلیافیجوفالکعبةفانهولدیومالجمع ةالثالثعشرمنشهررجببعدعام الفیل بثلثین سنهفیالکعبهولمیولدفیهااحدسواهقبلهولابعده

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام، جناب فاطمہ بنت اسد کے شکم سے کعبہ کے اندر ۱۳ رجب روز جمعہ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور کعبہ میں ان کے سوا کوئی دوسرا بچہ پیدا نہیں ہوا نہ ان سے پہلے نہ بعد۔[2]

1۔اخبار مکہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ طبع مکتبہ عزیزیہ مکہ مکرمہ

2۔ازالہالخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

اس عبارت میں محدث دہلوی نے ذمہ دارانہ حیثیت سے واقعہ ولادت کو خبر متواتر تسلیم کیا ہے اور اس کے ساتھ کعبہ میں آپ کے غیر کی ولادت کو نا قابل اعتبار قرار دے دیا جس سے دشمن کے تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع ہو کر حقیقت بے نقاب نظر آتی ہے۔اور اسی طرح انہوں نے اپنی دوسری تالیف "قرۃالعینین" کے صفحہ ۱۳۸ مطبع مجتبائی دہلی میں بھی اس امر کی تصریح کی ہے فلیراجع۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں:

بود ولادت وے درجوفکعبه

حضرت علیؑ کی ولادت اندرون کعبہ میں ہوئی ہے۔[1]

علامہ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹۱ چاپ مصر میں لکھتے ہیں:

وفی سنۃثلثینمنمولدهصلیاللهعلیهوسلمولدعلیبنابیطالبکرماللهوجههفیالکعبة

اور سنہ ۳۰ میں ولادت پیغمبر خدا صلعم سے علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

علامہ عبدالرحمٰن صفوری الشافعی رقمطراز ہیں:

ان علیا رضی اللهعنهولدتهامهبجوفالکعبةشرفهااللهوهیفضیلةخصهااللهتعالیٰبهاوذلکانفاطمةبنتاسدرضیاللهعنهااصابهاشدةالطلقفادخلهاابوطالبالیالکعبةفطلقتطلقةواحدةفولدتهیومالجمعةفیرجبثلثینمنعام الفیل بعد ان تزوج النبی صلی اللهعلیهوسلمخدیجةبثلاثسنین

حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر سے کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ور یہ فضیلت خاص

1۔مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۷۴ طبع نولکشور

طور پر آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی جب فاطمہ بنت اسد پر زچگی کا عالم طاری ہوا تو جناب ابو طالب آپ کو کعبہ کے اندر لے گئے اور وہی پر آپ تیس عام الفیل رجب میں جمعہ المبارک کے دن پیدا ہوئے اس وقت نبی اکرمؐ کا جناب خدیجہؓ سے نکاح ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔[1]

محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الکحلانی الصنعانی لکھتے ہیں:

اما مول دهکرماللهوجههفولدبمکـةالمشرفةفیالبیت الحرام سنةثلاثینمنعامالفیلفیيومالجمعةالثالث عشر من رجب وامهفاطمةبنتاسدبنهاشم.

اب رہا ان حضرت (علیؑ) کے مولد کا ذکر تو وہ مکہ مشرفہ میں بیت الحرام کے اندر ۳۰ عام الفیل میں جمعہ ۱۳ رجب کو پیدا ہوئے ان کی ماں ہاشم کی دختر فاطمہ بنت اسد ہیں۔[2]

مشہور مفسر سید شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی نے حضرت علی کی ولادت در کعبہ کے متعلق لکھا ہے:

وکون الامیر کرم اللهوجههولدفیالبیتامرمشهورفیالدنیاوذکرفیکتبالفریقینالسنةوا لشیعة (الیانقال) ولمیشتهروضعغیرهکرماللهوجههکمااشتهروضعهبللمتتفقال کلمةعلیه.

امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی ولادت کا بیت اللہ میں ہونا ایک مشہور امر ہے اور فریقین سنی و شیعہ کی کتابوں میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ جس طرح امیر المؤمنین کی ولادت مشہور کے اس طرح کسی غیر کی

1۔ نزھۃ المجالس و منتخب النفائس جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ طبع مطبعہ مصطفی قاہرہ

2۔ روضۃ الندیہ شرح قصیدہ تحفۃ العلویہ صفحہ ۵ مطبع انصاری دہلی ۱۳۲۱ھ

ولادت کو شہرت حاصل نہیں، بلکہ ان کے علاوہ کسی غیر کی ولادت امت کا اتفاق نہیں ہے۔[1]

مشہور سیرت نگار مصنف استاد عباس محمود عقاد نے حضرت علی علیہ السلام کی پیدائش کو خانہ کعبہ کی عظمت و شوکت کی تجدید اور خدائے واحد کی پرستش کے دور جدید سے تعبیر کیا ہے چنانچہ رقمطراز ہیں۔

ولد علی فی داخل الکعبۃوکرماللھوجھھعنالسجودلاصنامھافکانماکانمیلادہثمۃلی ذانابعھدجدیدالکعبۃوللعبادۃفیھا۔

''علی بن ابی طالب خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو بتان کعبہ کے آگے جھکنے سے بلند تر رکھا گویا اس مقام پر ان کی پیدائش کعبہ کے نئے دور کا آغاز اور خدائے واحد کی عبادت کا اعلان عام تھا''۔[2]

یہی فاضل مصنف بطور نتیجہ کلام اسی کتاب کے صفحہ ۹۸۶ میں کہتے ہیں:

ایّ ختام اشبہبھذاالشھیدالمنصفمنھذاالختاملقدولدکماعلمنافیالکعبۃوضرب کما علمنا فی المسجد فای بدای ۃو نھایۃاشبھبالحیاتالتیبینھمامنتلکالبدایۃوتلکالنھایۃ

اس انصاف پرور شہید کا ایسا خاتمہ بخیر ہونا کسے نصیب ہے تم کو معلوم ہوا کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور تم نے سنا کہ مسجد میں ضرب لگی تو یہ آغاز و انجام اور مدت حیات جو کعبہ اور مسجد کے درمیان میں ہے کسی کو مبداء اور معاد میں حاصل نہیں۔

مولانا محمد مبین حنفی فرنگی محلی لکھتے ہیں:

آن معدنِ کرامت روز جمعہ سیزدھم ماہ رجب بعد از بست

1۔ شرح قصیدہ عینیہ فی شرح قصیدہ غیبیہ صفحہ ۱۵ مطبعۃ العانی بغداد ۱۳۱۲ھ

2۔ العبقریہ الاسلامیہ صفحہ ۸۶۳ طبع دار الفتوح القاہرہ

و هشت سال و نزدجمعی بعد از سی سال از عام الفیل در مکه بود، روایت کرده اند که پیدا شده در جوف کعبه و پید انگشت کسی در جوف کعبه بجزو ے و خدائ ے تعالیٰ مخصوص گردانیداورا باین فضیلت و مشرف گردانید کعبه رابااین شرافت۔

کرامتوں کا وہ خزانہ جمعہ کے دن رجب کی تیرھویں کو ۲۸ یا ۳۰ برس بعد عام الفیل کے مکہ میں پیدا ہوا، روایت ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی اور اندرون کعبہ ان کے سوا کوئی پیدا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت سے ان کو خاص قرار دیا اور کعبہ کو اس شرف سے مشرف کیا۔[1]

حافظ عبدالرحمٰن بن مولانا حافظ عمرالدین ہوشیارپوری لکھتے ہیں:

''علی مرتضیٰ عام الفیل کے تیسویں سال شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور ان کی ولادت خاص کعبہ کے اندر ہوئی، شاہ ولی اللہ صاحب نے حاکم محدث کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ خبریں تواتر کو پہنچ گئی ہیں، کہ فاطمہ بنت اسد نے علی مرتضیٰ کو جوف کعبہ میں جنا۔[2]

مولانا عبدالحلیم شرر نے اپنے خلفاء راشدین کے حالات میں علحیدہ علحیدہ کتابیں تحریر کی ہیں اس سلسلہ کی چوتھی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے ان کے والد ابوطالب اور رسول صلعم کے والد عبداللہ سگے بھائی تھے اور حضرت عبدالمطلب کے فرزند تھے ابوطالب کا اصلی نام عبد مناف تھا ان کی بیوی فاطمہ ان کے چچازاد بہن اور اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں کسی دینی کام کے لیے خانہ کعبہ میں گئی ہوئی تھیں کہ وہیں دردزہ ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا

1۔وسیلۃ النجاۃ (فارسی) صفحہ ۶۰ مطبع گلشن فیض لکھنؤ ۱۸۹۸ء

2۔المرتضیٰ سوانح عمری علی مرتضیٰ ص ۴۰ طبع امرتسر ۱۸۶۷ء

ہوئے اور جو آپ کے اعلیٰ ترین فضائل میں ہے ".[1]

مولانا عبدالشکور کاکوروی لکھنوی ایڈیٹر "النجم" پاٹہ نالہ لکھنؤ نے اپنے آرگن کے خصوصی شمارے "النجم" "صحابہؓ نمبر میں معروف شاعر دماغ جونپوری کے اشعار "چاریار" کے عنوان سے چار رباعیاں نقل کی ہیں اور چوتھی رباعی جو بلا اختلاف نمبر میں درج ہوئی وہ یہ ہے۔

علی نے بھی مرے، نام خدا کیا نام پایا ہے

خدا کے گھر سے کیا اعزاز کیا اکرام پایا ہے

ہوئی کعبہ میں پیدائش، شہادت پائی مسجد میں

عجب آغاز پایا تھا عجب انجام پایا ہے [2]

دیوبند فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نے کہا ہے:

ولادت دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ان کی والدہ زیارت کے لیے آئی تھیں یہ پیدا ہو گئے۔[3]

بڑے بڑے متعصب حضرات نے بھی اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

"محققین کے ایک معتد بہ طبقہ نے آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں تسلیم کی ہے"[4]

مندرجہ بالا تصریحات کی تائید میں مزید حسب ذیل کتب بھی دیکھی جا سکتی ہیں:

1۔ ابوالحسنین ص ۵ مطبوعہ دلگداز پریس کٹڑہ بزن بیگ ۱۹۲۵ء

2۔ ملاحظہ: رسالہ "النجم صحابہؓ نمبر" جلد ۱۴، نمبر ۹۸، ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ، جون ۱۹۳۵ء

3۔ ملفوظات فقیہ الامت جلد دوم حصہ نمبر ۱۰ صفحہ ۵۴ ناشر مکتبہ محمودیہ میرٹھ

4۔ ماہنامہ "حق چاریار" لاہور، فروری ۲۰۱۰ء ص ۳۶

(۱) نزل الابرار باب اول صفحہ ۶۴ طبع ممبئی

(۲) نور الابصار للشبلنجی صفحہ ۶۷ طبع قاہرہ

(۳) مروج الذھب جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبعہ السعادہ مصر

(۴) مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۳ طبع حیدر آباد دکن

(۵) شرح الشفا ملا علی القاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ طبع استنبول

(۶) روائح المصطفیٰ صدر الدین بوہاری صفحہ ۱۰ مطبع احمدی کانپور ۱۳۰۵ھ

(۷) تکریم المومنین بتقویم مناقب الخلفا الراشدین صفحہ ۹۹ طبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۱ھ

(۸) تقصار جنود الاحرار نواب صدیق حسن خان صفحہ ۹ مطبع شاہجہانی بھوپال وغیر ھم۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

سابقہ اوراق میں ناقابل انکار دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خانہ کعبہ میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی فرد بشر پیدا نہیں ہوا۔ تاہم پھر بھی یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ حکیم بن حزام بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا۔ لہٰذا اس میں حضرت علی علیہ السلام کی کونسی فضیلت رہ جاتی ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حکیم بن حزام کا کعبہ میں پیدا ہونا ایک جھوٹا افسانہ ہے جو دشمنی حضرت علیؑ کی بناء پر ناصبیوں نے تراشا ہے تا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی اس فضیلت کو کمزور کیا جا سکے حالانکہ جلیل القدر علماء نے ناقابل رد دلائل سے اس من گھڑت قصہ کی رد فرمائی ہے۔ مشہور محدث شیخ سبط ابن الجوزی الحنفی اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۷ مطبوعہ کردستان رقمطراز ہیں:

حكيم بن حزام ولد تهامهفيالكعبة قلت وقد اخرج لهاابو نعيمالحافظحديثاطويلافيفضلها الا انهمقالوا افياسنادهر وحب نصلاح ضعفهابنعدى

حکیم بن حزام کی ماں نے اسے کعبہ میں جنا، اس بارے میں حافظ ابو نعیم اصبہانی نے ایک طویل روایت نقل کی ہے مگر اس کی سند میں روح بن صلاح ہے جس کی حافظ ابن عدی نے تضعیف کی ہے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا خانہ کعبہ میں تشریف لے جانا

جناب فاطمہ بن اسد سلام اللہ علیہا مادر علی بن ابی طالب علیہ السلام ایک دن خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لیے بیت اللہ میں تشریف لائیں۔ اثنائے طواف میں آپ پر آثارِ ولادت ظاہر ہوئے۔ بعد ازاں آپ خانہ کعبہ کے برابر کھڑی ہوئیں اور رخ مبارک آسمان کی طرف کر کے بارگاہ خدا میں یہ التجاء کی:

رب انی مؤم نۃبکو بماجآء منعندکمنر سلو کتبو انیمصدقۃبکلام جدی
ابر اھیمالخلیلو انہبنیالبیتالعتیقفبحقالذیبنیھذاالبیتو بحقالمو لو دالذ یفیبطنیلمایسر تعلیو لادتی.

عرض کی پروردگار! میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے تمام پیغمبروں اور رسولوں پر جن کو تو نے بھیجا ہے اور تیری تمام کتابوں پر جو تو نے نازل کی ہیں اور میں نے اپنے جد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تمام اقوال واحکام کی تصدیق کی ہے جنہوں نے اس خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی ہے۔ پس میں تجھے اس کا واسطہ دیتی ہوں جس نے اس گھر کو بنایا ہے اور اس مولود کا واسطہ دیتی ہوں جو میرے شکم میں ہے۔ مجھ پر ولادت کو آسان کر اور میری اس مشکل کو مجھ پر سہل کر۔

پھر مادر علی علیہ السلام دیوار کعبہ کو اپنے بطن مبارک سے مس کرنے کے لیے آگے بڑھیں جب قریب پہنچیں تو یزید بن قعنب سے روایت ہے:

من نر آینا البیت و قد انفتح عن
ظھر ھو دخلتفاطمۃفیھغابتھعنابصار ناو التز قطائطفر مناعنیفتحل

ناقفلالبابفلمينفتحفعلمنا عنذلكامر منامر منامر اللهعز و جل.

کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے جب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو کعبہ کی پشتی دیوار شق ہوئی اور فاطمہؑ رخنہ دیوار سے داخل ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں اور دیوار کعبہ باہم مل گئی ہم نے ارادہ کیا کہ کعبہ کے دروازے کا تالا کھول کر اندر جائیں۔ ہر چند کوشش کی مگر دروازہ نہ کھل سکا۔ تب ہم نے جانا کہ یہ امر خدا کے حکم سے ہوا ہے۔[1]

علاوہ ازیں جناب فاطمہؑ بن اسد کا بیان ہے کہ جب میں کعبہ کے اندر گئی تو اس وقت مجھ سے علی بن ابی طالب علیہ السلام پیدا ہوئے اور وضع کے وقت مجھ کو کسی قسم کے درد والم نہ ہوا۔ جو عورتوں کو ایسے وقت پر ہوا کرتا ہے۔ ایک عرب شاعر نے نہایت عمدہ الفاظ میں کہا ہے۔

ولدتهفيالحر مالمعظم امه طابتوطابوليدهاو المولد

اس (علی علیہ السلام) کو ماں نے حرم معظم میں جنا، وہ ماں بھی پاک ہے اور اس کا بچہ بھی پاک و پاکیزہ ہے۔ اور اس بچہ کی جائے ولادت بھی پاک ہے۔

دیوار کعبہ کا شق ہونا

مولانا محمد مبین فرنگی محلی نے بڑے عمدہ الفاظ میں اس واقعہ کو اپنی شہرہ آفاق کتاب "وسیلۃ النجاۃ" صفحہ ۶۰، مطبوعہ لکھنؤ میں رقم کیا ہے چنانچہ اس سلسلے میں یہ واقعہ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا شد در جوفِ کعبہ پیدا نہ گشت کسے بجز وے وخدائے تعالیٰ مخصوص گردانید اورا بایں فضیلت و مشرف کردانید خانہ کعبہ را بایں شرافت و در

1۔ بحار الانوار للعلامہ مجلسیؒ جلد ۹، صفحہ ۴، طبع قمپانی، ایران قدیم

بعض کتب سیر از بریر نقل کردہ کہ عباس وجمیع از بنی ہاشم وعبدالمطلب در مسجد حرام نشستہ بودیم۔ ناگاہ فاطمہ بنت اسد مادر علی حیدر باہم رسیدہ بطواب کعبہ مشغول گردید ودر اثنائے طواف بدرد زہ مبتلا شدہ وآثار ولادت وعلامت زائیدن بروئے ظاہر گشت۔ طاقتش نہ باند دیدم کہ دیوار خانہ کعبہ شق شد وفاطمہ دروں رفت ماہر چند خواستیم کہ دروں درآیم میسر نہ شد روز چہارم علی را بردست گرفتہ بروں آمد۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جوف کعبہ کے اندر پیدا ہوئے آپ کے سوا کوئی بھی کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت کے ساتھ آپ ہی کو مخصوص فرمایا اور کعبہ کو آپ کی جائے ولادت بنا کر اس شرف سے مشرف فرمایا کتب سیر میں بریر سے منقول ہے کہ میں اور عباس اور بنی ہاشم وعبدالمطلب کے کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے ناگاہ حضرت فاطمہ بنت اسد مادر علی آئیں اور طواف خانہ کعبہ میں مشغول ہو گئیں اثنائے طواف میں ان کو دردزہ عارض ہوا۔ آثار ولادت اور علامت وضع ان پر ظاہر ہوئی۔ بدن کی طاقت جاتی رہی۔ اتنے تک ہم نے دیکھا کہ دیوار خانہ کعبہ شق ہوئی اور فاطمہؑ اندر چلی گئیں۔ ہم لوگوں نے ہر چند چاہا کہ اندر جائیں مگر اندر جانا ممکن نہ ہوا چوتھے دن فاطمہ ہاتھوں پر اپنے فرزند کو لیے ہوئے برآمد ہوئیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی نشو و نما اور تربیت

حضرت علی بن ابی طالب اس اعتبار سے بھی بعد از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہؓ سے افضل واشرف اور برتر ہیں کہ آپ کی پرورش و تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے چنانچہ اس سلسلے میں علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمحشری متوفی ۵۳۸ رقم طراز ہیں:

ان النبی صلی ال لهعليهو سلمتو ليتسميتهو تغذيتهاطما من
ر يقةالمبارک، و امصهلسانه، و القصةفيذلكمار و يعنفاطمةبنتاس

دامعلیر ضیاللھعنھفیحدیثطویل۔۔الخ،

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کے نام رکھنے اور غذا فراہم کرنے کی ذمہ داری کئی دن تک خود سنبھالے رکھی چنانچہ آپؐ نے کئی دن تک حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنے لعاب مبارک کے ذریعے خوراک فراہم کی، اس لیے اپنی زبان مبارک چوساتے رہے۔ اس سے متعلق قصہ حضرت علیؑ کی والدہ محترمہ جناب فاطمہؑ بنت اسد سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں:

فلما وضع تهجعلتهفيغشاوةفقالابوطالب: لا تفتحو ها حتى يجى محمد صلى اللهعليهوسلمفياخذحقهفجاءمحمدصلىاللهعليهوسلمففتحالغشاوة فاخرجمنهاغلاماحسنافشالهبيدهوسماهعلياوبصقفيفيهواصلحا مرهثمانهالقمهلسانهفمازاليمصهحتينام،فلماكانمنالغدطلبنالهظ ئرافلميقبلثديااحد،فدعونالهمحمدا فالقمهلسانهفنامفكانكذلكماشاءاللهعزوجل.

جب فاطمہؑ بنت اسد کے ہاں حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہوں نے اپنے نومولود کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا تب حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا اس بچے کو کپڑے سے نہ نکالیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے آئیں اور وہ اپنی ذمہ داری (اس بچے سے متعلق) ادا کریں، چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت علیؑ سے پردہ ہٹایا اور اس کپڑے سے خوبصورت بچے کو باہر نکالا۔ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور اس کا نام ''علی'' رکھا اس کے منہ میں لعاب مبارک ڈالا، اس کے معاملہ کو درست کیا۔ پھر اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی، سو (حضرت علیؑ) آپ کی زبان مبارک کو چوستے رہے حتیٰ کہ آپ سو گئے جب دوسرا دن ہوا تو ہم نے اس بچہ کے لیے دودھ پلانے والی عورت بلائی لیکن اس بچہ نے کسی عورت کے پستان کو منہ نہ لگایا، تب ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

بلایا، انہوں نے پھر اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں ڈالی، پس وہ زبان چوستے چوستے سو گئے، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔[1]

مشہور مورخ محمد بن اسحاق صاحب المغازی حضرت علیؑ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

وكان مما انعم اللهبهعلىٰعلیرضیاللهعنهانهكانفیحجررسولاللهصلی اللهعليهوسلمقبلالاسلام[2]

تاریخ ابولفداء کے الفاظ یہ ہے:

وكان فی حجر رسول اللهصلیاللهعليهوسلمقبلالاسلام(الیانقال) فلمليزلعليمعالنبیصلیاللهعليهوسلمحتیبعثهاللهنبیا فصدقهعلیرضیاللهعنه،

آپ (حضرت علیؑ) ظہور اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش تربیت میں تھے ہمیشہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث برسالت فرمایا، سو آپ نے سب سے آپ کی تصدیق کی۔[3]

مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کی پرورش و تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے لہٰذا آپ تمام صحابہ کرام سے افضل و اعلیٰ تھے جس کا گوشت و پوست آقائے نامدار کے لعاب مبارک سے بنا ہو تو اس کا مقابلہ و موازنہ کوئی صحابی نہیں کر سکتا۔

1۔ خصائص العشرۃ الکرام البررۃ، صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳، طبع الموسسۃ العامۃ للصحافۃ والطباعۃ، بغداد ۱۹۶۸ء

2۔ سیرت ابن اسحاق صفحہ ۱۱۸، سیرت ابن ہشام ۱۵۸،

3۔ تاریخ ابوالفداء، جلد اول صفحہ ۱۸۸، طبع قسطنطنیہ ۱۲۷۰ھ

افضیلت کا معیار

افضیلت کے معنی ہیں ایک شخص کو دوسرے پر بااعتبار کسی خاص صفت کے یا تمام مختلف صفات کی وجہ سے ترجیح دینااور کسی شخص کی افضیلت معلوم کرنے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں بعض نے ''افضل'' کی جامع تعریف یوں کی ہے۔

''افضل وہ ہے جو ہر طرح کی فضیلت اور اوصاف حمیدہ کی مرکزیت کا جامع ہے''

علاوہ بریں تمام قسم کے علوم عبادات واخلاق فاضلہ اور شرافتِ حسب و نسب سے آراستہ ہو اور بعض علماء نے افضل کی تعریف اس طرح کی ہے:

جس کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ثواب حاصل ہو وہی افضل ہے۔

خلاصۃ المرام اینکہ افضیلت کا معیار ومیزان نہ مال و منال کی کثرت اور نہ ہی حسن و جمال کی زیادتی ہے بلکہ افضیلت کا قرآنی معیار علم و عمل کی فراوانی (ان اکرمکم عند ال لہاتقاکم) اور طاقت و قوت جسمانی اور روحانی (ان اللہ اصفطاہ علیکموز ادہ بسطۃفیالعلمو الجسم) میں برتری، افضیلت کا معیار ہے۔

مندرجہ بالا معیار کی روسے ہم نہایت مختصر انداز میں قرآن و حدیث، صحابہ کرام اور دیگر اکابرین کے اقوال کی روشنی میں حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا بعد از پیغمبر اسلامؐ تمام امت سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت کرتے ہیں۔

افضیلت علی المرتضیٰ قرآن و حدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم میں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی افضیلت پر دلالت کرنے والی آیات بکثرت موجود ہیں جیسا کہ ابن عباس کا مشہور قول ہے ''مانزل فی احدمن

كتاب الله ما نزل فی علی'' کہ خدا کی کتاب میں جس قدر آیتیں حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں ۔ منجملہ دیگر آیات کے چند ایک درج کی جاتی ہیں:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ[1].

''پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنے عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو۔''

تمام مفسرین اور محققین علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں لفظ ''ابناء'' سے مراد حضرت امام حسن اور حسین علیہما السلام اور لفظ سے ''نساء'' سے مراد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور لفظ ''انفسنا'' سے مراد حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں، دیکھئے:

تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۷۴ مطبع میمینہ مصر

تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ طبع المطابعہ البہیہ مصر

تفسیر ابن کثیر دمشقی جلد ۱ صفحہ ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ قاہرہ

اور اول الذکر دونوں کتب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ:

وفیہ دلیل لاشئی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام

یعنی اس سے بڑھ کر اہل کساء علی، فاطمہ، حسن و حسین علیہم السلام کی فضیلت پر کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ

1۔ سورہ آل عمران آیت ۶۱

حضرت علی علیہ السلام نے شوریٰ کے دن اپنی افضیلت پر اسی مذکورہ آیت مبارکہ سے ان الفاظ کے ساتھ استدلال فرمایا ہے

فقال
لهمانشدكمباللههلفيكماحداقر باليرسو لاللهمنيو منجعلهصلياللهع ليهو آلهو سلمفنسهابنائهابناءو نساءقالو اللهملا.

میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے سوا ایسا شخص موجود ہے کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور اس کی جان کو نبی اکرمؐ نے اپنی جان اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے قرار دیا ہے سب نے کہا خدا کی قسم کوئی نہیں۔[1]

افضیلت کا اقرار

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں جامع محمدی ضلع جھنگ کے استاد مولانا محمد نافع کا دبے لفظوں میں اہلبیت رسولؐ کی افضیلت کا اقرار بھی ہدیہ قارئین کر دیں چنانچہ مولانائے موصوف آیات مباہلہ کے ذیل میں بعنوان ''فضیلت کا اقرار '' لکھتے ہیں:

اس واقعہ سے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی اور دیگر مذکو ره حضرات (سیدہ فاطمہ زہرا اور امام حسن و حسین علیہم السلام) کی عزت افزائی اور فضیلت دینی ثابت ہوتی ہے جس کو ہم اہل سنت بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں البتہ خوارج کے نظریات کے خلاف ہے وہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا اقرار نہیں کرتے۔[2]

جب یہ ثابت ہے کہ آیت مباہلہ کے لفظ ''انفسنا'' سے مراد علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں یہ امر بدایہ ممتنع ہے کہ نفس علی علیہ السلام بعینہ نفس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ صواعق محرقہ، صفحہ ۷۵ طبع مصر قدیم

2۔ سیرت سیدنا علی المرتضیٰ صفحہ ۱۰۷ طبع تخلیقات لاہور

ہوئے بلکہ مراد مساوات صفات بین النفسین ہے اوراس سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ سوائے نبوت اور رسالت کے باقی صفات محمدی کا ظہور حضرت علی علیہ السلام میں ہوا تھا اور یہ بدیہی امر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور افضل کائنات ہیں لہذٰا لامحالہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام آپ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہوئے۔ان روشن حقائق کی روسے حضرت علی علیہ السلام نفس رسول قرار پائے لہٰذا تسلیم کرناپڑے گا کہ سوائے مرتبہ نبوت کے (نبوت آپ پر ختم ہوچکی ہے) باقی تمام فضائل وکمالات میں حضرت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک ہیں منجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ تمام صحابہؓ بلکہ تمام انبیاء کرام اور دیگر مخلوقات سے افضل ہیں لہٰذا جو شخص ان صفات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک وسہیم ہوگا وہ بھی آپ کے بعد بلکہ سوائے آپ کے دیگر تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہوگا۔

دوسری آیت

ارشاد رب العباد ہے:

فَمَنيَعْمَلْمِثْقَالَذَرَّةٍخَيْرً ايَرَهُ[1]

جو لوگ ایمان لائے اوراس کے بعد اعمال صالحہ بجالائے وہی سب لوگوں سے بہتر ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

كنا عند النبى صلى الل هعليهوسلمفاقبل على رضى الل‍هعنهفقا‌الانبيصلياللهعليهوسلمو الذينفسيبيده ان

1۔ سورۃ البینہ آیت ۷

هذاو شیعتہھمالفائز و نیو مالقیامۃو نز لتاناالذینآمنوا و عملوا الصالحات اولئک ھمخیر البریۃ فکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا اقبل علی رضی اللھعنھقالو اجاءخیر البریۃ

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے توآنحضرتؐ نے فرمایا مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ علیؑ اور اس کے شیعہ بروز محشر فائز و مرام اور کامیاب ہوں گے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نزول بزم صحابہ میں ہوتا تو وہ یوں پکار کر کہتے کہ جاء خیر البریہ بہترین مخلوق آئے۔[1]

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خیر البریہ بعداحمدحیدر الناس ارض والوصی سماء

یعنی محمد مصطفیؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل حیدر کرار ہیں تمام لوگ (از روئے ہستی) بمنزلہ زمین اور وصی رسولؐ حضرت علیؑ از روئے بلندی شان بمنزلہ آسمان ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام خیر البشر ہیں

متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی خیر البشر من شک فنھفقدکفر

بے شک علی خیر البشر ہیں جو اس میں شک کرے گا کافر ہو جائے گا۔[2]

1۔ تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ طبع میمنیہ مصر

تفسیر ابن جریر جلد ۳۰ صفحہ ۱۴۶ طبع بولاق مصر

تفسیر فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۷ مطبع مصطفی مصر

2۔ کنوز الحقائق المناوی جلد ۲ صفحہ ۱۶ طبع بیروت، تاریخ بغداد جلد ۷ صفحہ ۴۲۱ طبع مصر، الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ طبع حسینیہ مصر، ذخائر العقبی صفحہ ۹۶ طبع مکتبہ القدسی قاہرہ

اور کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ پر بایں الفاظ تحریر ہے:

من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر

جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے افضل نہ کہے اس نے کفر کیا ہے۔

تیسری آیت

حضرت علی علیہ السلام شاھد نبوت اور جزو رسولؐ ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔

أَفَمَنكَانَعَلَىٰبَيِّنَةٍمِّنرَّبِّهِۦوَيَتْلُوهُشَاهِدٌمِّنْهُوَمِنقَبْلِهِۦكِتَٰبُمُوسَىٰٓإِمَامًاوَرَحْمَةً.[1]

کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اس کے پیچھے ہی پیچھے ان ہی کا ایک گواہ ہو اور اس کے قبل موسیٰ کی کتاب (توریت) جو (لوگوں کے لیے) پیشوا اور رحمت تھی (اس کی تصدیق کرتی ہو وہ بہتر ہے یا کوئی دوسرا)

اس آیت مبارکہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور آپ کے شاہد امام کی امامت ثابت ہو رہی ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''یتلوہ شاہد'' سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں جیسا کہ خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہر قریشی کے بارے میں ایک یا دو آیتیں نازل ہوئی ہیں ایک آدمی نے عرض کیا، آپ کے بارے میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا:

اما تقراء الایۃالتینزلت فیھود یتلو ھشاھدمنہ

کیا تو نے سورۃ ھود نہیں پڑھی ''ویتلو ھشاھدمنہ'' کہ ایک شاہد جو اسی میں سے ہے اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے، وہ میں ہوں۔[2]

اور تفسیر الدر المنشور للسیوطی جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ میمنیہ مصر میں نبی اکرم

1۔ سورہ ہود آیت ۱۷

2۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۱ مطبوعہ مصر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرفوع حدیث بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''افمن کان علی بی نۃمنر بھاناویتلو ھشاھدمنھعلی'' یعنی صاحب ''بینہ'' میں ہوں اور ''شاہد منہ'' علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ علاوہ ازیں تفسیر فتح القدیر شوکانی جد ۲ صفحہ ۴۶۶ مطبوعہ مصر میں بھی مندرجہ بالا روایات موجود ہیں۔

اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا اپنا دعویٰ بھی ہے کہ ''انا شاھدمنہ'' کہ وہ شاہد میں ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق بھی موجود ہے کہ شاہد منہ سے مراد علی علیہ السلام ہیں اس کے علاوہ امام فخر الدین الرازی نے یوں لکھا ہے:

ان المراد هو عليبنابيطالبرضى اللهعنهو المعنيانهيتلوتلكالبينةوقولهمنهايهذاالشاهدمنمحمدوبع ضمنهو المرادمنهتشريفهذاالشاهدبانهبعضمنمحمد

کہ شاہد سے مراد حضرت علی المرتضی علیہ السلام ہیں اور منہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شاہد محمد سے ہے اور آپ کا بعض حصہ ہے اس سے مراد اس شاہد کی شرافت کا اظہار ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزو ہے۔[1]

لہٰذا جزو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

چوتھی آیت

قرآن وسنت اور اقوال صحابہ کرام کی رو سے بھی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا تمام امت سے اعلم ہونا واضح وعیاں ہے قرآن حکیم میں کثرت سے ایسی آیات موجود ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کی عالمیت پر دلالت کرتی ہیں مثال کے طور پر چند ایک آیات پیش کی جاتی ہیں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶ مطبوعہ مطبعہ شرفیہ مصر

وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًۢا بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلْكِتَـٰبِ[1]

اور (اے رسولؐ) کافر لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نہیں ہو تو تم (ان سے) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے کافی ہیں۔

ظاہر ہے کہ "الکتاب" سے مراد قرآن حکیم ہے جس میں ہر خشک و تر چیز کا ذکر موجود ہے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ پوری کتاب کا تمام علم ظاہر و باطن دنیا کی کس شخصیت کے پاس ہے۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ:

ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف فمامنہا حرف الا و لہ ظھر و باطن و ان علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ عندہ منہ الظاھر و الباطن.

قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔[2]

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ کا بیان ہے کہ

شھدت علیا یخطب و ھو یقول سلونی فو اللہ لا تسالونی عن شئی الا اخبرتکم و سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من آیۃ الا و انا اعلم ابلیل نزلت ام بنھار ام فی سھل ام فی جبل

میں حضرت علیؑ کے پاس حاضر تھا اور آپ خطبہ پڑھ رہے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ سے سوال کرلو پس خدا کی قسم تم مجھ سے کچھ نہیں پوچھوگے مگر میں تم کو خبر دوں گا اور مجھ سے کتاب اللہ کی نسبت پوچھ لو قسم خدا کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں، پہاڑ پر یا زمین پر۔

1۔ سورۃ الرعد آیت ۴۳

2۔ الاتقان للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ قاہرہ، حلیہ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۵ طبع مصر

یہ روایت حسب ذیل کتب میں موجود ہے:

فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۵۹۹ المطبعہ الخیریہ مصر، طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۳۸ طبع لندن، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۳ مطبعہ السعادہ مصر، الاتقان جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ مطبع احمدی دہلی، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۱ طبع مطبعہ مصطفیٰ مصر، تفسیر القرطبیؒ جلد ۱ صفحہ ۲۷ طبعہ مطبعہ المنار مصر.

علماء کا اس امر میں اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کے سوا صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو، یہ شان باب علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی ساتھ مختص ہے کہ جنہوں نے اپنے اعلم ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

پانچویں آیت

ارشاد قدرت ہے:

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ[1].

"تاکہ ہم اسے تمہارے لیے یادگار بنائیں اور اسے یاد رکھنے والے کان (سن کر) یاد رکھیں"

اور تفسیر الدر المنثور جد ۶ صفحہ ۲۶۰ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: "فانت اذن واعیۃ لعلمی" اے علیؑ آپ میرے علم کے لیے یاد رکھنے والے کان ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی آیت "تعیھا اذن واعیۃ" کے ذیل میں یوں لکھتے ہیں:

اذن واعیہ یعنی گوشے کہ یاد دارندہ این قسم امور یست ودر حدیث شریف وارد است کہ چون این آیت نازل شد آنحضرت صلعم علی را فرمودند کہ سالت اللہ ان یجلعھا

1۔ سورۃ الحاقہ آیت ۱۲

اذنک باعلی تخصیص حضرت امیر المومنین باین شرف و مرتبت برائی نکتہ است کہ یعنی کشتی بودن اہل بیت بودن توسط حضرت امیر متصور نبود زیرا کہ اہل بیت آنحضرت کہ قابل امامت ایں طریق بودند در آن وقت صغیر السن بودند و تربیت ایشان بدیگرے حوالہ کردن منافی شان کمال آنحضرت بود را جرم قواعد نحات از نقل گناہان رابحضرت امیر المومنین القاء فرمودند وایشان راامام ساختن و کمال عملی خود را بصورت ایشان منصود بنودن ضرورافتاد کہ ایشان بحکم ابوت ان کمال را تروتازہ بصاحبزاد بارسانند واین سلسلہ تاقیام قیامت بنوایشان جاری ماند ولہذا حضرت امیر المومنین رایعسوب المومنین خطاب دادہ اند۔

کہ اذن واعیہ سے مراد یادرکھنے والا کان ہے جو اس قسم کے امور کو یادرکھنے والا ہے اور حدیث شریف میں وادر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ اے علیؑ اذن واعیہ خدا تیرے کان کو بنادے اور تخصیص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اس شرف و مرتبہ کے ساتھ اس نکتہ کے لیے ہے کہ اہل بیت کشتی نوح ہیں اور اہل بیت کا کشتی نوح کے معنی میں ہونا بغیر واسطہ امیر المومنین علیہ السلام ناممکن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ جو اس طریقہ کی امامت کے قابل تھے اس وقت صغیر السن یعنی بچے تھے اور ان کی تربیت کو دوسرے کے حوالے کرنا آنحضرت کی شان کے منافی تھا لہذا بار گناہ سے نجات کے قواعد کو حضرت امیر المومنین علیؑ کی طرف سے القاء فرمایا بنابریں ان کو امام بنانے اور اپنے کمال عملی کو ان کی صورت میں متصور کرنے کی ضرورت پڑی کہ وہ بحکم ابوت یعنی باپ ہونے کی وجہ سے اس کمال کو تازہ بتازہ صاحب زاد کی طرف پہنچاتے رہیں اور ان کے واسطے سے یہ سلسلہ قیامت تک

جاری رہے اسی واسطے جناب علی مرتضیٰ کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا گیا۔[1]

تقریب استدلال

علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے فرمایا: ''اقضاکم علی'' سب سے بڑا قاضی علیؑ ہے اور قضاوت کے لیے تمام علوم پر دسترس ضروری ہوتی ہے۔

اور اسی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ بھی حضرت علی علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ وہ تمام علوم پر حاوی تھے۔

ثانیاً: اکثر مفسرین نے تسلیم کیا ہے کہ آیت ''وتعیھا اذن واعیہ'' حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت آپ کے فہم اور زیادتی علم پر دلالت کرتی ہے۔

ثالثاً: علمائے متکلمین نے نوع بنی انسان کا فرشتوں سے افضل ہونے کے علاوہ دیگر ادلہ کے ایک دلیل یہ دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے اعلم تھے۔ اور اعلم اپنے کمتر سے ہمیشہ افضل ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَـٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هَـٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ، قَالُوا۟ سُبْحَـٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ

اور آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ فرشتوں نے کہا: تو پاک و منزہ ہے جو کچھ تو نے ہمیں بتا دیا ہے ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ یقیناً تو بہتر جاننے والا، حکمت والا ہے۔[2]

1۔ تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ صفحہ ۷۷ مطبع محمدی لاہور

2۔ سورۃ بقرۃ آیت ۳۱۔۳۲

اعلم کے افضل ہونے کا دوسرا شاہد یہ آیت ہے:

هَلْيَسْتَوِى ٱلَّذِينَيَعْلَمُونَوَٱلَّذِينَلَايَعْلَمُونَ[1]

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

عبدالملک بن سلمان نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا:

اکان فی اصحاب محمد اعلم من علی؟ قال لا و الله لا اعلمه

کیا اصحاب رسولؐ میں سے کوئی حضرت علیؑ سے زیادہ عالم ہے؟ انہوں نے جواب دیا بخدا علی المرتضیٰؑ سے کوئی بھی اعلم نہیں ہے۔[2]

واضح رہے کہ عطا بن ابی رباح مشہور تابعی تھے اکثر صحابہؓ کی خدمت میں رہے اور ان کی فیض صحبت سے اجتہاد کا رتبہ حاصل کیا اور خود ان کا بیان ہے کہ میں دو سو بزرگوں سے ملا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا صحابہ کرامؓ بھی ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔

چھٹی آیت

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ ٱللَّـهَ ٱصْطَفَىٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُۥ بَسْطَةً فِى ٱلْعِلْمِ وَٱلْجِسْمِ وَٱللَّـهُ يُؤْتِى مُلْكَهُۥ مَن يَشَآءُ وَٱللَّـهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ[3]

بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر فضیلت دی ہے اور علم اور جسم میں زیادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی حکومت جسے چاہے عنایت فرمائے اور اللہ صاحب وسعت و علم ہے۔

1۔ سورۃ الزمر آیت ۹

2۔ اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ طبع دار الشعب قاہرہ، استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ طبع حیدر آباد دکن

3۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴۷

حضرت شموئیلؑ نبی کے زمانہ کی بات ہے کہ کفار و مشرکین ہمیشہ ان کے پیر وکاروں کو مختلف قسم کی تکلیفیں دیتے، دہشت گردی، تخریب کاری اور قتل وغارت کا بازار گرم کرتے تو ایسے میں انہوں نے ان کفار و مشرکین سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا مگر ان (اہل ایمان) کا کوئی ایسا سرپرست و حاکم نہ تھا کہ جس کی سربراہی میں وہ کفار سے جنگ کرتے بالآخر ستر ہزار آدمیوں نے آکر حضرت شموئیلؑ نبی کی خدمت میں عرض کیا۔

اجعل لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله

اے اللہ کے نبی ہمارے لیے ایک حاکم مقرر کیجئے جس کے ساتھ مل کر ہم اللہ کی راہ میں ان (کفار و مشرکین) سے جنگ کر سکیں تو نبیؑ نے ان کی یہ درخواست بارگاہ خدا میں پیش کر دی، تو خدا نے اپنی طرف سے جناب طالوتؑ کو ان کا حاکم مقرر کر دیا اور جب بحکم خدا حضرت شموئیل نے ان کی حاکمیت کا بر سر عام اعلان کیا کہ:

ان اللھقدبعثلکمطالوتملکا۔خدا نے طالوتؑ کو تمہارا حاکم مقرر کیا ہے تو ان لوگوں نے فوراً زبانِ اعتراض دراز کی کہنے لگے:

انی یکون لھالملکعلیناونحناحقبالملکمنھولمیوتسعۃمنالمال

بھلا وہ (طالوت) کیونکر ہمارے حاکم ہو سکتے ہیں ان سے تو ہم حاکم بننے کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ مالدار نہیں (فراواں مال ودولت تو ہمارے پاس ہے) حضرت شموئیلؑ نے ان کو یہ جواب دے کر مطمئن کر دیا:

ان اللھاصطفاھعلیکموزادھبسطۃفیالعلموالجسم

کہ خدا نے اس لیے ان کو منتخب کیا ہے کہ ان کا علم اور قوت جسمانی تم سے زیادہ ہے۔ یعنی وہ جسمانی طور پر زیادہ طاقتور ہیں اور روحانی طاقت میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے وہ تم سب سے افضل اور تم پر برتری و بزرگی رکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی رو سے دو چیزیں افضیلت کا معیار ثابت ہوئیں۔

اول۔ علم سے مالامال ہونا، دوم جسمانی وروحانی طاقت کے لحاظ سے قوی اور مضبوط اور شجاع اور بہادر ہونا ہے اور یہ دونوں خوبیاں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے اعلم ہونے کے بارے میں ہم گذشتہ صفحات آیت نمبر ۴ کے ذیل میں قدرے تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں لہٰذا وہاں رجوع فرمائیں۔

اور حضرت علی المرتضیٰؑ کی شجاعت وبساطت اور جسمانی وروحانی طاقت کے متعلق بکثرت نصوص اور مدلل شواہد وارد ہوئے ہیں چنانچہ علامہ فخر الدین الرازی تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۸ مطبوعہ استنبول میں آیت ''ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا'' کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

ان کل من کان اکثر علما باحوال عالم الغیب کان اقوی قلبا واقل صعفا
ولھذاقالعلیینابیطالبکرماللہوجہھو اللھماقلعتبابخیبربقوۃجسدان یۃولکنبقوۃربانیۃو ذلک لان علیا کرم
اللہوجہھفیذلکالوقتانقطعنظرھعنعالمالاجسادو اشرقتالملائکۃب انوارعالمالکبریاءفتقویروحھو تشبھبجواھرالارواحالملکیۃو تلالاتفیھاضواءعالمالقدسوالعظمۃفلاجرمحصللھمنالقدرۃماقد ربھاعلیمالیمقدرعلیھغیرہ۔

'' بے شک جسے عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوگا وہ قوی قلب ہوگا اور کم تر ضعیف ہوگا اسی لیے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے قلعہ خیبر جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا تھا بلکہ اسے قوت ربانی سے اکھیڑا تھا اور یہ اس لیے کہ اس وقت آپ کی نگاہ جسمانی عالم سے منقطع ہو چکی تھی اور ملائکہ نے آپ پر عالم کبریاء کے انوار کی روشنی ڈالی ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کی روح قوی ہو گئی تھی اور آپ کی روح ملکی ارواح کی ذات سے مشابہہ ہو چکی تھی اور آپ پر عالم قدس

اور عظمت کی ضوفشانی شروع ہوگئی لہٰذا آپ کو ایسی قدرت حاصل ہو چکی تھی کہ جس قدرت سے آپ نے وہ کارنامہ کر دیا کہ جسے کوئی دوسرا اسے کرنے پر قدرت نہیں رکھ سکتا تھا''

بنا بر اختصار انہی آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ اگر ان تمام آیات کو ایک جا جمع کیا جائے جن کی رو سے حضرت علی علیہ السلام بعد از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل قرار دیئے گئے ہیں تو اس کے لیے کئی ایک دفتر درکار ہیں۔ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

علی المرتضیٰ علیہ السلام میں انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلتیں

پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابوالحمراء بلالؓ بن حارث سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

من ارادان ینظر الی آدم فی
علمهو الینو حفیفهمهو الیابرا هیمفیحلمهو الییحییبنز کریافیز هده
و الیموسیٰبنعمر انفیبطشهفلینظر الیعلیابنابیطالب

اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم علیہ السلام کو، فہم میں حضرت نوح کو حلم میں جناب ابراہیم کو، زہد میں حضرت یحیٰؑ بن زکریا کو، حملے میں حضرت موسیٰؑ بن عمران کو دیکھنا چاہے تو وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔

الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ طبع المطبعہ الحسینیہ مصر، تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ طبع روضۃ الشام دمشق، ذخائر العقبیٰ صفحہ ۹۳ طبع مکتبہ القدسی قاہرہ، نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ مطبعہ مصطفی مصر، کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۱ طبع حیدر آباد دکن

مذکورہ بالا حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام ان صفات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مساوی تھے اور یہ امر ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہ

انبیاء تمام صحابہ سے افضل ہیں اور مساوی للافضل ہمیشہ دوسروں پر افضل ہوا کرتا ہے اس لیے حضرت علی مرتضیٰؑ بھی تمام صحابہ سے افضل قرار پاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی سبقت اسلامی پر اجماع ہے

جناب علی مرتضیٰ کے سابق الاسلام ہونے پر اس کثرت سے اقوال اور احادیث وارد ہیں کہ جن کی تکذیب کرنا سورج پر خاک ڈالنے کے مترادف ہے علامہ ابن حجر مکی کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا چنانچہ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس وانس وزید بن ارقم و سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم و جماعۃانہاولمناسلمونقلبعضہمالاجماعلیہ

حضرت ابن عباسؓ اور انسؓ اور زیدؓ بن ارقم اور سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ پہلے اسلام لانے والے ہیں اور ان میں سے بعض نے حضرت علیؑ کے سابق الاسلام ہونے پر اجماع بیان کیا ہے۔[1]

علاوہ ازیں حضرت علی علیہ السلام کی سبقت اسلامی پر متعدد احادیث موجود ہیں منجملہ ان کے علامہ ابن اثیر نے اکابر اصحاب رسولؐ کی گواہی ان الفاظ میں پیش کی ہے:

قال ابوذر والمقداد و حباب و جابر وابو سعید الخدری و غیرھمانعلیااولمناسلمبعدخدیجۃوفضلھولاء علی غیرہ

جناب ابوذر، جناب مقداد، جناب حباب، جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب رسول نے کہا کہ بے شک علی ہی وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے جناب خدیجہ کے بعد اسلام لائے اور یہ اصحاب جن کا ذکر ہوا حضرت علی مرتضیٰ کو آپ کے غیر سے افضل قرار دیتے تھے۔[2]

1۔ صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ مطبع میمنیہ مصر

2۔ اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۹۴ دار الشعب قاہرہ۔ استیعاب جلد ۳ صفحہ ۱۰۹۰ طبع حیدر آباد دکن

استیعاب کے حوالے سے ابن حجر مکی رقم طراز ہیں:

ان النبی صلی ا   لله علیہ وسلمقالالسابق ثلاثۃفالسابقالیموسیٰیوشعبننونو السابقالیعیسیٰصاحبیٰسینو السابقا لیمحمدعلیبنابی طالب

نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ سبقت کرنے والوں میں تین ہیں حضرت موسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے یوشع بن نون ہیں اور حضرت عیسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے حضرت یاسین ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کرنے والے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی کا دعویٰ افضیلت

حضرت علی بن ابی طالب نے بعد از نبی اکرم تمام مخلوقات سے ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہونے کا خود دعویٰ فرمایا ہے چنانچہ ایک مقام پر حضرت ابو بکر کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

تعلم ابا بکر ولا تک جاہ لا بان علیا خیر حاف و ناعل
وان رسول اللہاوصیبحقہ واکد فی   ہقولہفی ا   لفضائل
ولا تنجسنہحقہوارددالوریٰ الی ہفاناللہ اصدققائل

اے ابو بکر یاد رکھ اور ناواقف نہ بن کہ علیؑ ہر وضیع و شریف سے افضل ہے اور علیؑ وہ شخص ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس کے حق میں وصیت کی اور اپنے اقوال سے اس کے فضائل کے بارے میں تاکید فرمائی پس ان کا حق ضائع نہ کر اور مخلوق خدا کو اس کی طرف پھیر دے اور یہ جان لے کہ تمہارے اس کام سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں۔[1]

اور علاوہ ازیں اسی الدیوان کے صفحہ نمبر ۷۵ میں مزید فرماتے ہیں:

قد یعلم الناس انا خیر ھمنسباً   ونحنافخر ھمبیتاًاذافخروا
رھطالنبیوھمماویکرامتہ وناصر الدین والمنصور من نصروا

---

1. الدیوانلسیدناعلیرضیاللہ عنہصفحہ۹۴طبعمکتبہرحیمیہدیوبند

والارض تعلم انا خير ساکنھا　　کمابھتشھدالبطحاءوالمدر
والبیت ذوالستر لو شاؤا یحدثھم　نادیبذلکر کناالبیتوالحجر

بے شک لوگ جانتے ہیں کہ میں ازروئے نسب ان سے بہتر ہوں اور ہم گھرانے کے سبب بڑے فخر والے ہیں اور وہ لوگ اپنے خاندان کا فخر کریں یعنی ہمارا خاندان ان سے افضل ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبیلہ وہ امن کرامت ہے اور دین کا مددگار ہے جس نے اس قبیلہ کی مدد کی وہ کامیاب ہوااور زمین پر بسنے والے جانتے ہیں کہ ہم ساکنان زمین میں بہتر ہیں جیسا کہ حجاز عرب کی زمین کے کنکر اور ڈھیلے اس کی گواہی دیتے ہیں اگر لوگ ہماری افضیلت کے بارے میں خانہ کعبہ (جو بڑی بزرگی والے ہیں) سے پوچھیں تو وہ بھی ہماری بزرگی بیان کردے گا اور اس کی گواہی حجراسود اور رکن کعبہ بھی دے گا۔

تمام صحابہ سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں

افضیلت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں مامون الرشید کا چالیس سنی علماء کے ساتھ مناظرہ مشہور ہے مامون کا موقف یہ تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سب صحابہ سے افضل ہیں اور وہ سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تصنیف ''المامون'' صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ آگرہ میں مامون کے اس مناظرہ کے بارے میں اپنا خیال یوں ظاہر کیا ہے:

مامون کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابہ سے حضرت علیؓ افضل تر ہیں بڑے معرکہ کا مناظرہ ہے قاضی یحیٰ بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعویٰ کے مخالف تھے۔ مناظرہ کے وقت حاکمی و محکومی کا پردہ اٹھادیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی حاصل تھی صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ میں رہا۔ یہ پورا واقعہ کتاب'' العقدالفرید جلد ۳ صفحہ ۳۰

مطبوعہ مصر" میں مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ مامون کی وسعت نظر جودت ذہن، کثرت معلومات، حسن بیان اور زور تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے۔ اور بشر مریسی جو مامون کا درباری تھا وہ مامون کے عقائد کے بارے میں یوں کہتا ہے۔:

قد قال ماموننا و سیدنا قولا ل هفیالکتبتصدیق
ان علیا اعنی ابا حسن افضل من قد اقلت النوق[1]

ہمارے سردار اور ہمارے مامون نے ایک بات کہی ہے جس کی تمام کتب میں تصدیق موجود ہے کہ علی علیہ السلام یعنی ابوالحسن ان تمام لوگوں سے افضل ہیں جن کو اونٹنیاں اٹھا کر چلتی ہیں۔

واصب محض عداوت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللهوجههوذریتطاهرهاوشعارخوددارند

ناصبی لوگ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد اطہار کے ساتھ عداوت رکھنا اپنا شعار سمجھتے ہیں۔[2]

افضلیت علی علیہ السلام اور چالیس اہل سنت علماء

اس بحث یا مناظرہ کی عظمت اس امر سے بہت بڑھ گئی ہے کہ اس کو اسلام کے بہت بڑے اور مشہور عالم نے اپنے کتاب میں رقم کیا ہے اس کے مصنف شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبدربہ الاندلسی المالکی ہیں۔ یہ حافظ ابن عبدربہ، ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ خلیفہ بنی امیہ کے (جو یورپ کے مشہور ملک اندلس میں جاکر خلیفہ ہوگیا تھا) غلام سالم کا پوتا تھا اور ان کا شمار ان علماء اہل سنت میں ہوتا ہے جو نہایت وسیع معلومات اور اخبار و

1۔البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۱ طبع مصر

2۔ فتاویٰ عزیزی جلد ا صفحہ ۱۱۴ طبع مجتبائی دہلی

واقعات کے واقف گزرے ہیں۔

یہ مناظرہ علامہ ابن عبدربہ کی کتاب العقد الفرید میں عربی عبارت میں موجود ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ اردو زبان میں نقل کیا جاتا ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام لنگر آسمان وزمین کے یہ فضائل وکمالات خاندان بنی عباس کے مشہور خلیفہ مامون الرشید کی زبان پر جاری ہوئے اور خاندان بنی امیہ کے بڑے مشہور عالم ابن عبد ربہ نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا اور ملک مصر نے اس کتاب کو چھاپ کر تمام اہل علم حضرات میں شائع کروایا۔

علامہ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ قاضی القضاۃ علامہ یحییٰ بن اکثم نے میرے پاس اور بہت سے دوسرے علماء کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ خلیفہ ماموں نے مجھے حکم دیا ہے کہ کل صبح کو میں اپنے ساتھ چالیس اعلیٰ درجہ کے علماء کو لے کر ان کے دربار میں حاضر ہوں وہ کل علماء بڑے محقق اور ذہین ہوں کہ جو بحث ان سے کی جائے اس کو خوب سمجھیں اور اس پر جو اعتراض ہو اس کا اچھی طرح جواب دے سکیں۔ لہٰذا آپ لوگ ان علماء کی فہرست مرتب کریں جو آپ لوگوں کے خیال میں خلیفہ کی اس خواہش کو پورا کر سکیں۔ اس پر ہم لوگوں نے چند علماء کا انتخاب کیا اور خود قاضی صاحب نے کچھ لوگوں کو چنا اس طرح چالیس منتخب علماء کی تعداد پوری ہو گئی۔ جب ہم سب لوگ وہاں پہنچے تو مامون اور ان عالموں میں بحث ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بت پرستی نہ کی

حضرت علی علیہ السلام کی وہ فرمائش کہ جس میں کسی مسلمان فرد کو شک وشبہ نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے علی رؤس الاشہاد فرمایا۔

"لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا"[1]

1۔ شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ طبع استنبول

یعنی میرا یقین و عرفان اس درجہ کمال تک پہنچ چکا ہے کہ اگر پردہ ہائے امکان بھی بر طرف کر دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہو گی۔

یہ وہ کلمہ جلیلہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام سے قبل کسی نے نہیں کہا اور نہ آئندہ کوئی کہے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی انہوں نے مہد تا لحد بت پرستی نہ کی اسی وجہ سے ان کو "کرم اللہ وجہہ" سے موسوم کیا جاتا ہے تمام مکاتب فکر کے جید اور معتبر علماء نے بالاتفاق لکھا ہے کہ

ما عبد الوثن قط
لصغر ھو منثمیقالکر ماللھو جھھدو نغیر ھمنالصحابۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن میں بھی بتوں کی عبادت کبھی نہیں کی اسی وجہ سے آپ کے لیے کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ صحابہ وغیرہ نے بتوں کی عبادت کی اور انہیں سجدہ کیا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ثلاثۃماکفرو اباللھطر فۃعین مومن آل فرعون و مومن آل یٰسین و علی بن ابی طالب

تین لوگوں نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی مومن آل فرعون، مومن آل یٰسین اور علی بن ابی طالب۔[2]

1۔ صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ طبع قاہرہ، تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۳۲۲ طبع مصر، تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۳ طبع دہلی

2۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ طبع حیدر آباد دکن

سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۵۷ طبع مصطفی البابی مصر)

(تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۵ طبع السعادہ مصر)

(سیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۷۶ طبع مصر)

ان روایات سے واضح ہوا کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کبھی بھی بت کو سجدہ نہیں کیا لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بت پرستی میں گزارا ہو وہ علی بن ابی طالب کے برابر اور ہم رتبہ یا ان سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں؟

امام احمد بن حنبل کا بیان

حضرت امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے صاحبزادے عبداللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے باپ امام احمد سے تفضیل صحابہؓ کے بارے میں دریافت کیا تو کہا خلافت میں ابو بکر، عمر اور عثمان ہیں یہ سن کر ان کے صاحبزادے نے عرض کیا اور علی بن ابی طالب؟ تو انہوں نے صاف بتا دیا اے بیٹے! حضرت علی بن ابی طالب تو اہل بیت رسولؐ میں سے ہیں ان کے ساتھ کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا نہ ہی موازنہ اور مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔[1]

اگر علی علیہ السلام کے کمالات معلوم ہو جائیں

مصر کے معروف فاضل معاصر المستشار عبدالحلیم الجندی جو کہ مجلس اعلیٰ اسلامی کے رکن ہیں انہوں نے کتاب "الامام جعفر الصادق علیہ السلام" تالیف کی ہے جس میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و کمالات اور ان کے علمی مراتب کا فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے اس کتاب کے صفحہ ۹۸ مطبوعہ قاہرہ میں لکھا ہے کہ:

عمر بن عبدالعزیز اموی نے اپنے باپ عبدالعزیز بن مروان سے سوال کیا "میرے والد جب اپنے خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے تو ان کی زبان لڑکھڑا جاتی" میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا۔

یا بنی ان الذین حولنا لو یعلمون من علی کرم

1۔ التمہید والبیان فی مقتل عثمان صفحہ ۱۷۳ طبع دار الثقافہ بیروت، طبقات الحنابلہ لابی یعلی حنبلی جلد ۲ ص ۱۲۰ طبع قاہرہ

اللھو جھھماتعلمتفر قو اعناالیاو لادہ

اے میرے بیٹے! اگر ہمارے ارد گرد کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں وہ حقائق جان لیں جو ہمارے علم میں ہیں تو یہ ہمیں چھوڑ کر اولاد علی علیہ السلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

علامہ جندی باجودیکہ خود اہل سنت کے جلیل القدر عالم ہیں مگر امام جعفر الصادق علیہ السلام سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں جیسا کہ اسی کتاب کے مقدمہ صفحہ ۴،۳ میں لکھتے ہیں۔

الامام جعفر الصادق یقف شامخافی
قم ةفقھا ھلبیتالنبیو ھو فیالفقھامامو حیاتھللمسلمینامامو المسلمو نال
یو میلتسمو نفیکنوز ھممصادر اصلیةللنھضةمسلمةغیر مخلطة
و لامستور دة

امام جعفر صادق علیہ السلام فقہ اہل بیت میں بلند چٹان پر کھڑے ہیں اور وہ فقہ میں امام ہیں اور ان کی سیرت اور زندگی مسلمانوں کے لیے راہنما کی حیثیت رکھتی ہے اور آج مسلمان اپنی ترقی کے لیے اصلی سرچشموں کی تلاش میں ہیں۔ ایسے سرچشمے جو بالکل خالص اور صاف ستھرے ہوں نہ ان میں کوئی آمیزش ہو اور نہ درآمد کردہ ہوں۔

اور پھر صفحہ ۱۰۸ پر ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر ڈھائے گئے مصائب و آلام کے متعلق رقمطراز ہیں۔

لقد طالما استعمل
الطغاةالسمفیا ھلالبیتفیالقر و ناالتالیةفانلمیکنسمفیخفاءفالقتلجھر ة
و منالر و ایاتانائمةا ھلبیتاالاثنیعشر ماتو امسمو میناماعدا امیر
المومنین علیا و ابا الشھداالحسینماتشر ھیدین۔

ایک طویل عرصہ تک ظالم حکمرانوں نے گذشتہ صدیوں میں ائمہ اہل بیت کو راستے سے ہٹانے کے لیے زہر کا ہتھیار استعمال کیا اگر وہ مخفی طور پر کہیں زہر نہ دے سکے تو

علانیہ قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے اور روایات میں ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے بارہ اماموں کی وفات زہر کی وجہ سے ہے سوائے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے جن کو قتل کرکے شہید کیا گیا۔

صحابہ کرام نفس رسولؐ کی مانند کیونکر ہو سکتے ہیں

عبدالرحمٰن ابن عائشہ محدث کا بیان

ابن عائشہ ابو عبدالرحمٰن عبید اللہ بن حفص تیمی متوفی ۲۸۷ ہجری جو اپنے وقت کے مشہور و مستند محدث تھے ایک مرتبہ مسجد بصرہ میں درس حدیث دے رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان سے سوال کیا کہ یا ابا عبدالرحمٰن من افضل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

بتایئے اصحاب پیغمبر میں سے افضل ترین کون کون حضرات ہیں؟

قال ابو بکر و عمر ---الخ ابن عائشہ نے اپنے عقیدے کے مطابق کہا حضرت ابو بکر وعمر، عثمان، طلحہ وغیرہ لیکن ان میں حضرت علی علیہ السلام کا نام نہیں لیا تو سوال کرنے والے نے پوچھا فاین علی بن ابی طالب رضی اللھعنہ؟ حضرت علی کہاں ہیں؟ یہ سن کر ابن عائشہ نے چلا کر فرمایا۔

یا
هذاتستفتیعناصحابهامعننفسهفقالبلمناصحابهقالاناللهتعالییقولفق
لتعالوا ندع ابنائنا و ابنائكم ونسائنا ونسائكم و انفسنا
وانفسكم فكيف يكون اصحابهمثلنفسه

تو اصحاب پیغمبرؐ کے بارے میں پوچھ رہا ہے یا نفس پیغمبرؐ کے بارے میں؟

سوال کرنے والے نے کہا اصحاب کے بارے میں تو محدث ابن عائشہ نے آیت مباہلہ

پڑھ کر کہا۔ اصحاب پیغمبرؐ، نفس پیغمبرؐ کی مانند کیونکر ہو سکتے ہیں۔[1]

علی مرتضیٰ علیہ السلام بنو ہاشم کے افضل و اعلیٰ فرد ہیں

حافظ ابن تیمیہ کا فیصلہ

ان سے یہ استفسار کیا گیا تھا کہ کیا علی بن ابی طالب علیہ السلام اہل بیت میں شامل ہیں؟

تو حافظ ابن تیمیہ نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے:

''اماکونعلیبنابیطالبمناھلالبیتفھذاممالاخلافبینالمسلمینفیھوھوا ظھر عند المسلمین من ان یحتاج الی دلیل بل ھوافضل اھلالبیتوافضلبنیھاشمبعدالنبیصلیاللھعلیھوآلھوسلموقدثبتعنالنبیانھادارکساءعلیعلیوفاطمةوحسنوحسینرضیاللھتعالیٰعنھمفقالاللھمھولاءاھلبیتیفاذھبالرجسعنھموطھرھمتطھیرا''

علی بن ابی طالبؑ کا اہل بیت سے ہونا ایک ایسا امر ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ اتنا واضح ہے کہ جو کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے بلکہ علی المرتضیٰ علیہ السلام تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت اور بنو ہاشم کے افضل و اعلیٰ فرد ہیں اور بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے علی مرتضیٰ، فاطمہ اور حسن و حسین کے اوپر چادر تطہیر ڈالی اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! میرے اہل بیت ہیں رجس کو ان سے دور رکھ اور ایسا پاک رکھ جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔[2]

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تمام روئے زمین کے قبائل اور خاندان سے قریش افضل ہیں اور پھر

1۔ کتاب المحاسن والمساوی مولفہ ابراہیم بن محمد بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مصر

2۔ الفتاویٰ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۵ طبع دار المعرفہ بیروت

قریش سے بنی ہاشم افضل واشرف ہیں۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۶ طبع میمنیہ مصر میں مسلم اور ترمذی کے حوالے سے درج ہے۔

عن
واثلۃانالنبیصلیاللھعلیھوسلمقالانااللھاصطفیٰکنانۃبنیاسماعیلوا
صطفیٰمنبنیکنانۃقریشاواصطفیٰمنقریشبنیھاشمواصطفانی من
بنی ھاشم[1]

جناب واثلہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو منتخب کیا اور پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ اور اس کے بعد صفحہ ۱۸۷ پر لکھا ہے کہ:

عن عائشۃقالتقالرسولاللھصلیاللھعلیھوسلمقال جبرئیل قلبت الارض
مشارقھاومغاربھافلماجداحداافضلمنمحمدصلیاللھعلیھوسلموق
لبتالارضمشارقھاومغاربھاجدبنیابافضلمنبنیھاشم

جناب عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جبرئیل نے بیان کیا کہ میں نے مشارق و مغارب زمین کو الٹا پلٹا کیا مگر کسی آدمی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور میں نے مشارق و مغارب کی گردش کی لیکن کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہ پایا۔

پس یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بنی ہاشم باعتبار نسب تمام دنیا والوں سے افضل ہیں اور حضرت علی علیہ السلام بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں لہٰذا ان کی افضیلت اہل عالم پر واضح ہو گئی۔

1۔ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی جلد ۴ صفحہ ۹۱ طبع عثمانیہ مصر

علاوہ ازیں حافظ ابن تیمیہ اپنی دوسری تالیف منہاج السنہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ طبع بولاق مصر میں لکھتے ہیں:

وكان طائ فةمن الكوفيين يقدمون عليا
و هياحديالرو ايتينعنسفيانالثور ى

ایک طائفہ کوفیوں میں سے حضرت علی علیہ السلام کو مقدم جانتا تھا اور یہی ایک روایت سفیان ثوری سے بھی مروی ہے۔[1]

علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعی کا بیان

ملا علی القاری الحنفی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ

و قال محش اخر اى فلا
وجهةللتوقفبليجبانيجزمبافضليةعلياذقدتواترفيحقهمايدل على عموم
مناقبهووفورفضائلهواتصافهبالكلماتواختصاصهبالكرامات

شرح العقائد کے ایک محشی (سعد الدین تفتازانی) نے کہا ہے کہ توقف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قطعی طور پر افضل مانا جائے۔

اس کے بعد رقمطراز ہیں:

ولذا قيل
فيهرائحةمنالرفضلكنهفريةبلامريةاذكثرةفضائلعليوكمالاتهال عليةوتواترالنقلفيهمعنيبحيثلايمكنلاحدانكارهولوكانهذارفضا وتركاللسنةلميوجد من
اهلالروايةوالدرايةسنياصلافاياكوالتعصبفيالدينوالتجنبعنالحقا ليقين

اور اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان (سعد الدین تفتازانی الشافعی) میں بوئے رفض پائی

1۔ ھکذا فی فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ طبع قاہرہ

جاتی ہے لیکن یہ بلاشبہ ان پر ایک افتراء ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات عالیہ بہت ہی زیادہ ہیں جو اس طرح تواتر معنوی کے ساتھ منقول ہیں کہ جن کا انکار ناممکنات میں سے ہے اگر اسی چیز کا نام رفض اور ترک سنت ہے تو اہل روایت و درایت میں کوئی بھی سنی اصلاًنہ پایا جاسکے گا پس خبردار!! دین میں تعصب سے بچیئے اور حق الیقین سے ہرگز اجتناب نہ کیجئے۔[1]

الشیخ محمد الحضری بک کی گواہی

جامعہ مصریہ کے پروفیسر اور وزارۃ معارف کے ایک رکن اعلیٰ العلامہ الحجہ شیخ محمد خضری بک حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و کمالات کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

کان علی ممتازا بخصال قلما اجتمعت
لغیر ھو ھیالشجاعةو الفقھو الفصاحةفاما الشجاعةفقدکانمحلھمنه
الایجھلو قفالمواقفالمعھودةوخاضغمراتالموتلاییالیاوقعلیالمو
تاموقعالموتعلیھواولماعرفمنشجاعتھبیانھموضعرسولاللھصل
یاللھعلیھوسلملیلةالھجرةوھویعلمانقومایترصدونھحتیٰ اذا
خرج یقتلونه فلم یکن ذالک مما یضعف قلبه او یوثر فی
نفسھثمفیبدرومابعدھامنالمشاھدکانعلمالایخفیمکانھیبارزالاقر
انفلایقفونویفرقالجماعاتبشدةھجماتھوقداتاھاللھمنقوةالعضلوثب
اتالجنانالقسطالاوفراغمدسیفھمدةاربعوعشرینسنةحتیاذاجاءت
خلافتھجردھعلیمخالفیھفعملبھالافاعیلوکانالناسیھابونمواقفتھو
یخشونمبارزتھلمایعلمونمنصولتھوقوةضربتھواماالفقھفلمیکن
مقامھفیھبالمجھولصحبرسولاللھصلیاللھعلیھوسلممنذصبوتھو
اخذعنھالقرآنوکانیکتبلھمعماوتیھمنذکاءعبدمنافثمبنیھاشمولمی
زل مع ھالیانتوفیعلیھالسلام کل
ھذاکبھقوةفیاستنباطالاحکامالدینیةفکانالخلفاءابوبکروعمروع

1۔شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۷ مطبع قیومی کانپور

ثمانیستتشیر و نھفیالاحکامو یرجعو نالیر ایھاذاخالفھمفیبعضالاح
یان۔
حضرت علی مرتضیٰ چند خصلتوں میں ممتاز تھے جو کم کسی غیر میں جمع ہوئیں۔اور وہ
یہ تھیں۔ شجاعت، فقہ، فصاحت، لیکن شجاعت تو اس خصلت میں آپ کا محل ایسا
نہیں جو نا معلوم ہو، مشہور معرکوں میں آپ نے قدم جمائے اور موت کی سختیوں میں
اس طرح گھس پڑے کہ اس کی پرواہ ہی نہ ہوئی کہ آپ موت پر جا پڑے ہیں یا موت
آپ پر واقع ہوئی ہے۔ سب سے پہلے جو آپ کی شجاعت کے جوہر کھلے وہ اس وقت
جبکہ آپ شب ہجرت پیغمبر اسلام کہ جگہ سوئے حالانکہ آپ جانتے تھے کہ ایک قوم
آپ کی گھات میں ہے باہر آتے ہی قتل کر دے گی مگر یہ بات ایسی نہ تھی کہ آپ کے
دل کو کمزور کر دیتی۔آپ کے نفس میں اثر انداز ہوتی، جنگ بدر اور اس کے بعد دیگر
جنگوں میں آپ ایک ایسے علم بنے رہے جس کی جگہ پوشیدہ نہیں رہتی، آپ بہادروں
کے مقابل ہوتے تھے تو وہ ٹھہرتے ہی نہ تھے آپ حملہ آوری کی شدت سے جماعتوں
کو متفرق کر دیتے تھے خدا نے آپ کو رگوں، پٹھوں کی قوت ثبات قلب کا بہت زیادہ
حصہ عطا فرمایا تھا۔اپنی تلوار چوبیس (۲۴) سال تک نیام میں رکھی تا اینکہ آپ کا دور
خلافت آیا اس وقت آپ نے اس کو اپنے مخالفین پر نیام سے کھینچ لیا اور بڑے کارنامے
سرانجام دیئے لوگ آپ کے مقابل ہونے سے ڈرتے تھے اس لیے کہ وہ آپ کی
صولت اور قوت ضربت کو جانتے تھے فقہ میں آپ کو جو مرتبہ حاصل تھا وہ ہر کسی کو
معلوم ہے آپ بچپن سے صحبت رسول میں رہے اور حضرت سے علوم قرآن حاصل
کیے کتاب وحی آپ سے متعلق تھی ساتھ ہی اس کے آپ کو بنی عبد مناف خصوصاً بنی
ہاشم کی مخصوص فہم و ذکاء بھی حاصل تھی وقت وفات تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ رہے۔ان اسباب نے آپ کو احکام دینیہ کے استنباط کی قوت عطا کر دی

تھی خلفاء ابو بکر و عمر اور عثمان احکام میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور جب کبھی آپ کی رائے ان کے خلاف ہوتی تھی تو وہ لوگ آپ ہی کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے۔[1]

ان کے علاوہ مشہور عالم علامہ مصطفیٰ بک نجیب مصری حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے کمال علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ماذا يقول القائل فى هذاالامامكلوصرف منسوب الى العجز
لتقصير هعنالغايةمهماانتهيبهالعقولو كفييبشهادتهصلياللهعليهوس
لمبانهبابمدينةالعلمدليلاعليمكنون السر الذى
فىهفهو اولفيالعلوماولفيالشجاعةاولفيالسخاءاولفيالحلمو الصفحا
ولفيالفصاحةاول فى
الز هداولفيالعبادةاولفيالتدبير و السياسةاشدالناسر اياًو اصحهمتدب
ير الو لاتفاةلكاناد هيالعر بكانماافر غمنكلقلبفهو محبو باليكلنفسظ
هر منحجاب
العظمةبمعاليةفستو ليالاضطر ابعليالاذهانو المدار كو ذهبالناسفى
همذاهبخر جتبهمعنحدو دالعقلو الشر يعةاهلالذمةتحبهو الفلاسفةت
عظم وملوك الروم
تصور هفيبيو تهاو بيعهاور ؤسهاالجيو شتكتبلسمهعليسيو فهاكانم
اهوفاالالخير واية النصر الظفر۔

کہنے والا اس امام کے متعلق آخر کیا کہے، ثناو صف بیان کرنے والا آپ کے کمال ثناو صف کو بیان کرنے سے عاجز ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ آپ مدینہ علم کے در ہیں آپ کے کمال فضل و شرف کے لیے کافی ہے کہ آپ ہی علوم میں سب سے اول، شجاعت میں سب سے اول، جود و سخا میں سب سے اول، حلم اور در گزر کرنے میں سب سے اول، فصاحت و بلاغت میں سب سے اول، زہد و ریاضت میں سب سے اول، بندگی عبادت میں سب سے اول، تدبیر

1۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ طبع مکتبہ التجاریہ الکبریٰ مصر

وسیاست میں سب سے اول،آپ کمال صحت ویقین کی وجہ سے اپنی رائے وتدبیر پر قائم رہنے والے تھے سب سے بہتر آپ کی فکر وتدبیر تھی اگر خوف خدااور پرہیز گاری کا خیال نہ ہوتا تو آپ عترت میں سب سے بڑے ڈپلومیٹ ہوتے،ہر قلب میں آپ کے لیے جگہ ہے اور ہر ایک آپ کو دوست رکھتا ہے۔آپ حجاب عظمت میں ایسی بزرگیوں کے ساتھ جلو نما ہوئے کہ بہت سے لوگ آپ کے متعلق حیرانی میں مبتلا ہو گئے اور حدود عقل و شریعت سے نکل کر آپ کو معبود سمجھنے لگے اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) آپ کو دوست رکھتے ہیں، فلاسفہ آپ کی عظمت و بزرگی کے سامنے سرنگوں ہیں شاہان دوم اپنے محلوں، عبادت گاہوں میں آپ کی تصویر بناتے تھے اور لشکر کے سردار آپ کے مبارک نام کو تلوار پر کندہ کراتے ہیں اور اس کو اپنے لیے خیر اور فتح و نصرت کا سبب سمجھتے ہیں۔